کردار کی ایسی خوبصورت تصویر کھینچی ہے جس کا ایک ایک لفظ اُن کے جذبہ ہائے محبت و ایمان کا گواہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایسی پختہ ایمان خواتین موجود ہیں جو ارشاداتِ رسالتمآبؐ کو دَورِ جدید کے تحت تحریف کا شکار بنانے کا تصور نہیں رکھتیں۔

اور اسی دائرے میں ہے: موجودہ "ادبی تخلیقات میں جمالیاتی عنصر کا فقدان"، پھر "کہانی کی کہانی" اور "سمندر" جیسے انشائیے ہیں۔

لفظوں کے انتخاب، عبارت کی ترتیب، بیان کے اسالیب بہت دامن کشِ توجہ، نگران صفحات کا دامن تنگ ہے۔

ہم اس کتاب کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

MEMOIRS OF CHILDHOOD & YOUTH — از مکرمہ مریم جمیلہ، مفکرہ دانشور خاتون (نومسلمہ) ناشر: محمد یوسف خاں اینڈ سنز، "اصلی انگریزی اور خوب صورت ٹائپ۔ صفحات: سوا دو سو۔ قیمت درج نہیں۔ ۱۵/۴۹ سنت نگر، لاہور۔

یہ ایک داستان سفرِ ہجرت ہے۔ مغربی لادینیت اور یہودی طلسم ساحرانہ سے اسلام کی طرف۔ داستان کا یہ اہم پہلا باب ہے جو اتنی تفصیل سے سامنے نہ تھا۔ علامہ اسد جس "روڈ ٹو مکہ" پر چلے تھے، اس کے مقابلے میں مریم جمیلہ کو خار دار پگڈنڈیوں سے ہو کر لمبا سفر کرنا پڑا ہے اور بڑے مشکل غریبانہ حالات ہیں۔ وہ جب نوخیز طالبہ تھیں تو انھوں نے اتنا کچھ پڑھ ڈالا اور ان میں اتنا کچھ اخلاقی ذوق نشو و نما پا گیا کہ انہیں مغرب کی بہترین مجالس اور اداروں اور خود یہودی سوسائٹیوں میں جن احوال و مناظر سے سابقہ پڑتا ان سے وہ بہت جلد بے قرار ہو جاتیں۔ اس طرح معاشرے نے انہیں تنہائی کی طرف دھکیلنا شروع کیا۔ ایک مرتبہ مریم جمیلہ نے اپنے والدین کے سامنے اسلام کے حق میں کچھ کلمات کہے تو والد نے غصے سے کہا کہ تم ہمیں اسلام کے ذریعے قرونِ وسطیٰ میں واپس لے جانا چاہتی ہو۔ ہم ایسی باتیں سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ایک بار والد نے ذکر کیا کہ ۲۰۰ ڈالر بطور چندہ اسرائیل بھیجا

رہا ہوں۔ مریم جمیلہ نے کہا کہ نتیجہ یہ ہوگا کہ چندا ور ہتھیار لیے جائیں گے اور چند اور عرب بچے خون میں نہا جائیں گے۔ تب برہم ہو کر والد نے کہا کہ اس کمرے سے فوراً نکل جاؤ۔ وہ جلدی سے اپنے کمرے پہنچی اور دروازہ بند کر کے بڑی روتی رہی۔ ایک بار تو انہوں نے کہا کہ ہم اب تمہیں برداشت نہیں کر سکتے۔ جاؤ اور جا کر اپنے لیے رہنے کی کوئی الگ جگہ تلاش کرو۔ آئندہ ہمارے سامنے نہ آنا۔ ایک بار کہا کہ تم تو معروف دشمنانِ یہود سے بڑھ کر ہماری دشمن ہو۔

مریم جمیلہ ہوسٹل میں رہی، اُسے ڈاکٹروں سے مل کر فاؤنٹن ہاؤس میں جبراً داخل کرا دیا گیا۔ پہلا موقع ملتے ہی وہ واشنگٹن کے اسلامک سنٹر میں پہنچی۔ رفتہ رفتہ کئی شخصیتوں سے ملی، اور محض اپنے مطالعہ کے بل پر اس نے پہچان لیا کہ کون غلط ہے اور کون صحیح۔ پھر اس نے عالم اسلام کے اکابر سے خط و کتابت شروع کی۔ اسی سلسلے میں رابطہ مولانا مودودیؒ سے ہوا تو انہوں نے پاکستان میں آنے کی دعوت دی۔ بس سارا مسئلہ حل ہو گیا۔ آج وہ دو بیویوں والے شوہر کی بیگم ثانی ہیں۔ اپنی خوشی سے انہوں نے اس کا فیصلہ کیا۔ نہایت خوش و خرم رہ کر وقت گزارا۔ ایک بیگم سارے بچوں کو سنبھالتی رہی اور ایک بیگم نے ٹائپ لے کر کئی کئی عالمانہ کتابیں تحریکِ اسلامی کی خدمت کرتے ہوئے لکھ دیں۔

یہ "میمائرز" پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں کہ ایک لڑکی مظلومی کے حالات بیچ ایک مقصد کے لیے اس طرح گذرتی ہے جیسے ناول کا کوئی کردار سامنے متحرک ہو۔

ہائے! سچا اسلام کتنا مشکل ہے؟ اس کے چشمۂ حیات تک رسائی کے لیے جنہوں نے جانفشانیاں کیں وہی اس کی قدر جانتے ہیں۔ ہمیں تو خداوند کریم نے بیٹھے بٹھائے اس طرح ایمان عطا کر دیا کہ جیسے بچے انکل سے ٹافی لے کر چوس لیں۔

مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ مریم جمیلہ جیسی علمی شخصیت سے جو مغربی زندگی کی تاریکیاں کو جگمگاتی روشنیوں کے نیچے سے تلاش کر لیتی ہے، کوئی اعلیٰ درجے کا کام نہ لیا جا سکا۔ مثلاً یونیورسٹی یا کالجوں میں اس کے بصیرت افروز لیکچر ہوتے۔ وہ خواتین کے سیمیناروں کی صدارت کرتی۔ مگر شاید وہ خود ہی گھرداری اور تنہائی کو بہت پسند کرتی ہے۔ اور اس پردہ پسند خاتون

تک خواتین کی نگاہیں پہنچتی ہی نہیں ۔اس کی کتابوں کے اردو تراجم ہوتے، ان کی تعارفی تقاریب ہوتیں ۔مگر — !!

اسلامی صحافت از جناب سید عبدالسلام زینی (مرحوم) ۔ناشر: ادارہ معارفِ اسلامی، منصورہ، لاہور۔ تقسیم کنندہ المنار بک سنٹر، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ صفحات ۳۲۰ طباعت اچھی ۔ٹائیٹل دلکش۔ قیمت: ۴۵/- روپے۔

سید عبدالسلام زینی نے اپنا جو مختصر سا سرمایۂ خطوط و نگارشات چھوڑا ہے، اس میں "اسلامی صحافت" ایک قیمتی ورثے کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں مختصراً کہوں گا کہ میں اس کتاب کو پڑھ کر بہت متاثر ہوا ۔ایک تو اس کے مطالعہ سے یہ ایمان اور زیادہ محکم ہوجاتا ہے کہ اسلام نے زندگی کے کسی بھی معاملے کو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ پوری رہنمائی فراہم کردی ہے۔ اب علوم و فنون کی مختلف موضوعات کے تحت ترتیب پیروانِ اسلام کا اپنا کام ہے۔ دوسری یہ بات کہ زینی مرحوم نے ایسی وسعت سے بحث کو چھیڑا ہے اور اتنے تفصیلی عنوانات قائم کئے ہیں کہ اسلامی صحافت کے علم کو سائنس بنا دیا ہے۔

کچھ عرصے سے ہماری اعلیٰ تعلیم گاہوں میں یہ مضمون بڑی اہمیت سے پڑھا جارہا ہے اور اس سے آراستہ نوجوانوں کے لیے بڑا وسیع میدانِ کار بھی موجود ہے۔ لیکن بدقسمتی سے آج تک نصابی مواد صرف وہ تھا جو مغربی مفکرین اور نصابی مصنفین نے فراہم کیا تھا ۔وہ تو اپنی جڑ بنیاد ہی سے غلط ہے۔

آج کل "خبر" کو مروڑنے، اس سے مغالطے پیدا کرنے اور محبت و نفرت یا حمایت و مخالفت کے جذبات ابھارنے کا کام جس طرح لیا جاتا ہے اسے پروپیگنڈا کہتے ہیں ۔اور پروپیگنڈا مشینری (نیز متعلقہ ذرائع) سامراجی قوتوں کے زیرنگیں ہیں —— لہٰذا ہماری ہی کسی خبر کو پروپیگنڈے کے خراد پر چڑھا کر ایسا آئینہ بنا دیتے ہیں کہ اس آئینے میں ہماری اپنی صورتیں بدنما اور دشمنوں کی اچھی معلوم ہوتی ہیں ۔پھر ہم کوئی جواب دینا چاہیں تو پروپیگنڈے کے وسیع نظامِ شمسی میں (جو بہ اہتمامِ دشمن ہے) ایسا لگتا ہے کہ کسی لوٹے ہوئے کرتے کا